محمد اسحاق بھٹی

برصغیر میں علمِ حدیث ـــــ عہدِ صحابہ میں

یہ معمورۂ ارض جسے اسلامی تاریخ میں "ہند" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اب برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش سے تعبیر ہے، پہلی صدی ہجری ہی میں اسلام کے روح پرور پیغام سے آشنا ہو گیا تھا، بلکہ کچھ ایسی روایات بھی صحت و سقم سے قطع نظر بعض کتابوں میں مرقوم ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ہند" کا ذکر فرمایا اور اس کے بعض امور سے متعلق دلچسپی کا اظہار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیائے فانی سے تشریف لے جانے کے بعد خلافتِ راشدہ قائم ہوئی اور اسلامی تعلیمات نے بلادِ عرب سے نکل کر بیرونی ممالک کا رخ کیا اور ان میں اپنے اثر و رسوخ کے جھنڈے گاڑنا شروع کیے تو بعض صحابہ کرام نے دیارِ ہند کی طرف بھی عنانِ توجہ مبذول فرمائی اور اس کو دینِ فطرت کے تہذیبی و ثقافتی دائرے میں شامل کرنے کے لیے کوشاں ہوئے، جس کے نتیجے میں بہت جلد اس سرزمین کے متعدد حصوں پر برکاتِ اسلامی کا وسعت پذیر شامیانہ سایہ فگن ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ یہ سارا علاقہ اسلام کی ضیا پاشیوں سے چمک اٹھا۔

خلافتِ راشدہ کے دور ہی میں اسلام کا عالم گیر پیغام باشندگانِ ہند کے کانوں تک پہنچ گیا تھا اور بعض صحابہ کرام اور ائمۂ دین بھی اسلامی اقدار کی تنفیذ اور دینی احکام کی ترویج و اشاعت کے لیے اس ملک میں تشریف لے آئے تھے۔

خطۂ ہند میں ورودِ اسلام کے سلسلے میں ہم کو سب سے پہلے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان کے دورِ خلافت کی کسی ایسی مہم کا ذکر تو کتبِ رجال میں نظر سے نہیں گزرا، جس کا تعلق براہِ راست سرزمینِ ہند سے ہو، البتہ تاریخ اسلامی کی ورق گردانی سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کے عہدِ خلافت (ذی الحجہ ۱۱ھ) میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیرِ کمان یمامہ کے مقام پر مرتدین کے خلاف، جو جنگ لڑی گئی، اس میں ہند اور سندھ کے ان ہندوؤں اور جاٹوں نے بھی حصہ لیا تھا جو بحرین اور بلادِ سواحل میں سکونت گزین تھے۔ یہ لوگ

یما مر گئے، وہاں مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک ہوئے اور شکست کھائی۔ پھر ان میں سے جو لوگ زندہ بچے اور شکست کھا کر واپس آئے، انھوں نے اپنی قوم کو ان حالات سے آگاہ کیا، جن سے وہ میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے دوچار ہوئے تھے۔ یہ گویا مسلمانوں کے خلاف اہلِ ہند کی پہلی فوجی چڑھائی یا ان کو پہلی دعوتِ جنگ تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق کا دورِ خلافت بہت مختصر تھا۔ ان کے بعد عرب کے مسلمان ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہنا چاہیے کہ پھر باقاعدہ کبھی چھوٹے اور کبھی بڑے پیمانے پر جنگی معرکوں کا آغاز ہو گیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا۔ ان کے عہد میں باشندگانِ ہند کو اسلام کی خصوصیات اور مسلمانوں کی زندگی کے مختلف گوشوں سے آگاہ ہونے کے متعدد مواقع پیش آئے اور اِن بلاد میں توحیدِ الٰہی اور ارشاداتِ پیغمبر کی آواز گونجنا شروع ہوئی۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافتِ فاروقی کے ابتدائی دور میں جزائر سراندیپ کا (جسے اب لنکا کہا جاتا ہے) ایک وفد مدینہ منورہ پہنچا اور ارکانِ وفد نے ارکانِ اسلام سے متعلق واقفیت بہم پہنچائی اور خلیفۃ المسلمین کی سیرت و کردار کے بارے میں معلومات حاصل کیے۔

اہلِ عرب نے ارکانِ وفد کا اس طریقے سے خیر مقدم کیا اور اس درجے احترام سے پیش آئے کہ عرب مسلمانوں کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی۔ یہ دو آدمی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت کا واقعہ سن کر عازمِ عرب ہوئے تھے۔ لیکن جب مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرتؐ بھی اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق بھی سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ وفد کے ارکان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان کی زندگی کے بعض پہلوؤں کو دیکھ کر انتہائی متاثر ہوئے۔

اس کے بعد ۱۶ھ میں جنگِ فارس کے دوران اہلِ ہند اچھی خاصی تعداد میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ یہ وہ ہندی تھے جو فارس میں مقیم تھے اور جنگ میں اہلِ فارس کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے تھے۔ پھر ان میں کچھ لوگوں کو قیدی کی حیثیت سے بصرے لے جایا گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بصرے میں ان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ اس سے اثر پذیر ہو کر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

ملک ہند اگرچہ بعض دیگر ملکوں کی نسبت خطۂ عرب اور مرکزِ اسلام مکے اور مدینے سے بہت دور تھا، تاہم تاریخ و رجال کی کتابوں سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اس کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس صحابہ کرام تشریف لائے، اٹھائیس تابعین آئے، چودہ تبع تابعین نے اپنے وجودِ مسعود سے اس کو رونق بخشی اور بے شمار محدثین و فقہا کے قدومِ میمنت لزوم سے ارضِ ہند سعادت اندوز ہوئی۔

برصغیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس صحابہ کرام تشریف لائے، بارہ حضرت عمر بن خطاب کے عہد میں، پانچ حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں، تین حضرت علی کے دورِ امارت میں، چار حضرتِ معاویہ کے ایامِ حکومت میں اور ایک یزید بن معاویہ کے زمانے میں۔ ان میں مخضرمین اور مدرکین بھی شامل ہیں۔

یہاں صحابی، مخضرم اور مدرک کا مطلب بیان کرنا ضروری ہے۔ محدثین اور اصولیین کے نزدیک صحابی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں اسلام قبول کیا، آپ کی صحبت و رفاقت سے بہرہ ور ہوا، اور بحالتِ اسلام میں وفات پائی۔

مُخَضرَم وہ ہے، جس نے زمانۂ جاہلیت بھی پایا اور دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی لیکن کسی وجہ سے آنحضرت کے فیضِ صحبت سے مستفیض نہ ہو سکا۔

مُدرِک، اسے کہا جاتا ہے، جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، اسلام اگرچہ آپ کی زندگی میں قبول کیا یا بعد میں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کے اوّلین مبلّغ تھے اور آپ کے ارشاداتِ گرامی کی نشر و اشاعت کے لیے ہر آن سرگرم رہتے تھے۔ ان کا شب و روز کا یہی مشغلہ تھا اور اس کے لیے انھوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ وہ جہاں جاتے آنحضرت کے فرامین ساتھ لے کر جاتے۔ ہندوستان آئے تو یہ سرمایہ ان کے ساتھ تھا۔ اس لیے کہنا چاہیے کہ برصغیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ صحابہ کے دور ہی میں آگئی تھیں اور خود آپ کے صحابہ اس عظیم الشان ذخیرے کو ساتھ لے کر آئے ـــ یہاں ان کی باقاعدہ آمد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد سے شروع ہوئی اور یزید کے دورِ حکومت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس اثنا میں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا،

پچیس صحابہ کرام آئے، جس کی تفصیل اس طرح ہے:

خطۂ ہند پر عرب مسلمانوں کی فوج کشی کا آغاز ۱۵ھ سے ہوا، جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو بحرین اور عمان کا والی مقرر کرکے بھیجا۔ عثمان بن ابو العاص نے اپنے بھائی حکم بن ابو العاص ثقفی کو ایک لشکر دے کر ہندوستان کی اس وقت کی بندرگاہ تھانہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہ بندرگاہ موجودہ جغرافیائی لحاظ سے بمبئی کے قریب واقع تھی۔ لشکر واپس آیا تو عثمان نے اس حملے کی اطلاع دربارِ خلافت میں حضرت عمر کو دی۔ حملہ چوں کہ حضرت عمر سے اجازت لیے بغیر کیا گیا تھا، اس لیے حضرت عمر نے ان کو لکھا:

یا اخا ثقیف! حملت دودا علی عود، وانی احلف باللہ ان لو اصیبوا، لاخذت من قومك مثلهم

یعنی اے ثقفی! تو نے چیونٹی کو لکڑی پر چڑھا دیا۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، اگر یہ فوجی مارے جاتے تو تجھ سے، تیری قوم میں اتنے ہی آدمیوں کو پکڑ لیتا۔

ایک روایت کے مطابق عثمان بن ابو العاص نے اپنے بھائی حکم بن ابو العاص کو تھانہ اور بھڑائچ کی طرف بھیجا اور دوسرے بھائی مغیرہ بن ابو العاص کو فوج دے کر دیبل پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عثمان، حکم اور مغیرہ تینوں بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں عثمان کے بارے میں لکھا ہے:

کان عثمان من خیار الصحابۃ

عثمان خیار صحابہ میں سے تھے۔

یہ وہی عثمان بن ابو العاص ہیں جن کو آنحضرتؐ نے طائف کا والی مقرر کیا تھا۔ فارس میں بھی انھوں نے جہاد کیا۔ علاوہ ازیں ان کی کوشش سے عساکرِ اسلامی نے ہندوستان کی طرف بھی رخ کیا اور تھانہ، بھڑائچ اور دیبل پر حملے کیے، جو اس زمانے میں بعض حیثیتوں سے بلادِ ہند کے تین اہم مقام تھے۔

چچ نامہ کی روایت کے مطابق اس زمانے میں ہند کے ان علاقوں کا بادشاہ چچ بن سیلائچ تھا، جو پینتیس سال سے حکومت کر رہا تھا اور اس کی طرف سے دیبل کا حکمران سامہ بن دیوائج تھا۔ دیبل ایک تجارتی شہر تھا جو سندھ کے موجودہ شہر ٹھٹھہ کے مقام پر واقع تھا۔ جب مسلمان اور غیر مسلم فوجیں ایک

دوسرے کے مقابلے پر میدانِ جنگ میں اتریں تو مغیرہ بن ابو العاص نے تلوار میان سے نکالی اور بسم اللہ فی سبیل اللہ کا نعرہ بلند کر کے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

ربیع بن زیاد حارثی مذحجی رضی اللہ عنہ بھی صحابی تھے۔ انھوں نے عہدِ فاروقی میں کرمان اور مکران کے علاقوں میں جہاد کیا۔ یہ علاقے اس زمانے میں حدودِ سندھ میں شامل تھے۔

عاصم بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کو بھی شرفِ صحابیت حاصل تھا۔ انھوں نے نواحی سندھ اور سجستان کے گرد و نواح کے علاقے فتح کیے۔

عبداللہ بن عمیر اشجعی صحابی نے علاقہ سندھ کے بعض شہر زیرِ نگیں کیے اور شہادت پائی۔

سہل بن عدی بن مالک خزرجی انصاری نے جو آنحضرت کے صحابی تھے، جنگ مکران میں شرکت کی اور بلوچستان پہنچے جہاں پرچم اسلام لہرایا۔

نسیر بن دیسم بن ثور عجلی نے جو مخضرم تھے، بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا۔

شہاب بن مخارق بن شہاب، یہ بنو تمیم یا بنو مازن قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور مدرک تھے۔ انھوں نے فتح مکران میں شرکت کی۔

صحار بن عباس عبدی، صحابی تھے، جنگِ مکران میں شریک ہوئے۔

حکم بن عمرو بن مجدع تغلبی غفاری، ان کا اسمِ گرامی فاتحینِ مکران کی رفیع القدر جماعتِ صحابہ میں شامل ہے۔

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری بھی وہ جلیل المرتبت صحابی ہیں جو واردِ ہند ہوئے اور فتح مکران میں شرکت کی۔

عہدِ فاروقی کے یہ بارہ صحابہ کرام ہیں جو ہندوستان آئے اور مختلف علاقوں کی جنگوں میں شامل ہوئے۔ صحابیِ رسول کا لفظ خود اس حقیقت کا عکاس ہے کہ جہاں جہاں ان کو جانے کا موقع ملا، وہاں آنحضرت کی حدیثِ پاک کی تبلیغ فرمائی اور مسائلِ دینی سے لوگوں کو آگاہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محرم ۲۴ھ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین منتخب کیا گیا۔ حضرت عثمان ذی الحجہ ۳۵ تک بارہ دن کم بارہ سال منصبِ خلافت پر متمکن رہے۔ ان کا دورِ خلافت فتوحات کے اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ فارس، خراسان، سجستان، افریقہ، سواحلِ شام اور بحرِ روم پر اسلامی جھنڈا لہرایا اور علاقہ سندھ میں مکران اور

بلوچستان فتح ہوئے۔ حضرت عثمان نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد احوال ہند سے متعلق واقفیت حاصل کی اور پھر سندھ، مکران اور بلوچستان کی طرف عساکر اسلامی روانہ کیے۔

اس سلسلے میں بلاذری نے فتوح البلدان میں یہ دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان منصب خلافت پر فائز ہوئے تو عبد اللہ بن عامر بن کریز کو عراق کا والی مقرر کیا اور ان کو ایک مکتوب کے ذریعے حکم دیا کہ کسی واقف حال شخص کو ہندوستان بھیجا جائے، اور وہ جو معلومات وہاں سے لے کر آئے، ان سے دربار خلافت کو مطلع کیا جائے۔ چنانچہ عبد اللہ بن عامر نے حکیم بن جبلہ عبدی کو جو مدرک تھے، ہندوستان بھیجا۔ وہ واپس آئے تو حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان نے پوچھا، کچھ معلومات لائے؟ عرض کیا، امیر المومنین! میں دیار ہند میں گھوم پھر کر مکمل معلومات لایا ہوں۔ فرمایا کچھ بیان کرو۔ کہا

ماء ھا وشل، وثمرھا دقل، ولصھا بطل، ان قل الجیش فیھا ضاعوا، وان کثروا جاعوا۔

یعنی ہندوستان کی حالت یہ ہے کہ پانی کم، پھل ردی، چور بے باک، لشکر تھوڑا ہو تو ضائع ہو جانے کا اندیشہ، زیادہ ہو تو بھوک سے مر جانے کا خطرہ۔

فرمایا واقعہ بیان کر رہے ہو یا شاعری فرما رہے ہو؟ عرض کیا واقعہ بیان کر رہا ہوں۔

بہر حال یہ تاریخی حقیقت ہے کہ سندھ کا کچھ علاقہ حضرت عثمان کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ امام ابو یوسف امام زہری کے حوالے سے کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

ان افریقیۃ وخراسان وبعض السند افتتحت فی زمن عثمان رضی اللہ۔

یعنی افریقہ، خراسان اور سندھ کے بعض حصے حضرت رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح ہوئے۔

حضرت مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمی رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، ۳۱ھ یعنی حضرت عثمان کے عہد خلافت میں خراسان اور سجستان کی مہم میں مصروف تھے، لیکن اسی دوران میں انھوں نے بلوچستان کے علاقوں پر حملہ کیا۔ پھر مکران گئے اور دشمن کی بہت بڑی فوج سے معرکہ آرا ہوئے۔ اس اثنا میں اسلامی فوجیں خاصی مدت تک بلوچستان کے علاقے میں مقیم رہیں، جس سے اس نواح کے غیر مسلم اور اہل عجم کو بہت سی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ کہتے ہیں، یہ پہلا

موقع تھا کہ عرب فوجیں طویل مدت تک دیارِ ہند کے کسی علاقے میں قیام پذیر رہیں۔

۲۳ھ میں ایک اور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ قرشی عبشمی رضی اللہ عنہ نے ہند کے نواحی علاقوں پر حملے کیے اور کچھ کا علاقہ فتح کیا، اسی اثنا میں وہ زرنج پہنچے اور زرنج اور کچھ کے نواح پر بزورِ شمشیر قبضہ کیا۔ انھوں نے سجستان، کابل اور ہند کے بعض علاقوں پر فتح حاصل کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پانچ صحابی واردِ ہند ہوئے، جن کے نام یہ ہیں :

حکیم بن جبلہ عبدی : یہ مدرک ہیں اور بلادِ ہند کے پہلے مسلم سیاح اور یہاں کے حالات سے آگاہ۔

عبیداللہ بن معمر بن عثمان قرشی تیمی : یہ فاتح مکران تھے اور اس کے امیر بھی رہے۔

عمیر بن عثمان بن سعد : یہ مکران کے منصبِ امارت پر فائز رہے۔

مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ : یہ بلوچستان کے فاتح ہیں۔

عبدالرحمٰن بن سمرہ قرشی عبشمی : انھوں نے سجستان اور کابل فتح کیے اور سرحداتِ ہند کے کچھ علاقوں پر قبضہ کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ذی الحجہ ۳۵ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت کو زینت بخشی اور ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی مدتِ خلافت چار سال نو مہینے بنتی ہے۔ ان کے زمانے میں جیوشِ اسلامی بالائے مکران سے ہوتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے اور قیقان اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کیا۔ قیقان وہی علاقہ ہے، جسے اب قلات کہا جاتا ہے اور پاکستان کا حصہ ہے۔ قلات سے لشکرِ اسلامی نے ہند کی طرف حرکت کی اور فتوحات حاصل کیں۔ یہ ۳۸ھ کے آخر اور ۳۹ھ کے ابتدا کا واقعہ ہے۔

اس علاقے میں یہ جنگیں حارث بن مرہ عبدی کی کمان میں لڑی گئی تھیں۔ اہلِ قلات نے بیس ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا، لیکن ناکام رہے اور مسلمانوں کے زبردست حملے کی تاب نہ لاکر پہاڑوں کی گھاٹیوں اور غاروں میں جا چھپے۔ بعدازاں قلات کی منتشر فوج پھر جمع ہوئی اور مسلمانوں پر آمد و رفت کے راستے بند کر کے ان کو چاروں طرف سے پہاڑی علاقے میں محصور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جب اسلامی فوج کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے اس زور سے حملہ کیا کہ اہلِ قلات خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے بعض مسلمان بھی ہوگئے تھے۔

العقد الثمین میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

وقطعوا الطریق علی المسلمین فلما راٰھم المسلمون کبروا الله حتی سمع صدائھم جنوبًا وشمالًا وخاف عنہ اہل القیقان وھربوا واسلم بعضھم

یعنی جب مسلمانوں نے دیکھا کہ قلات کی فوجیں ان کے راستے تنگ کر رہی ہیں تو انھوں نے اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ ان کی آواز جنوب اور شمال میں گونج اٹھی، جس سے خوف زدہ ہو کر اہل قلات بھاگ کھڑے ہوئے اور کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ پہلا نعرۂ تکبیر تھا جو اس نواح میں بلند ہوا اور جس سے دشمن کے دل دہل گئے اور وادیٔ قلات کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ ان ہی ایام میں مسلمانوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی اور وہ واپس مکران چلے گئے۔ عہد علی میں تین صحابی داخل ہند ہوئے، جن کے نام یہ ہیں :

خریت بن راشد ناجی سامی : یہ مکران گئے۔

عبداللہ بن سوید تمیمی شقری : یہ مخضرم تھے، غزوۂ سندھ میں شریک ہوئے۔

کلیب بن وائل : بعض حضرات نے انھیں صحابی اور بعض نے تابعی قرار دیا ہے۔ یہ ہندوستان آئے۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک درخت دیکھا جس کے سرخ رنگ کے ایک پھول پر سفید حروف میں محمد رسول اللہ کے الفاظ مرقوم تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی عرب مسلمانوں نے ہند کے کئی علاقوں پر حملے کیے اور ان کو زیر نگین کیا۔ مثلاً عمر بن عبید اللہ بن تیمی نے سندھ کے ایک شہر آرمائیل (یا ارمن بیلہ) پر فتح حاصل کی۔ یہ اس زمانے میں خاصا بڑا شہر تھا اور سرزمین سندھ میں مکران اور دیبل کے درمیان واقع تھا۔ آج کل یہ شہر علاقہ قلات میں ہے اور لس بیلہ کے قریب ہے۔ منقول ہے کہ عمر بن عبید اللہ نے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔ اس زمانے میں قلات کے ایک علاقے میں بھی جہاد کیا گیا اور اس طرف سے ہند کی سرحدوں پر بھی جھڑپیں ہوئیں۔

حضرت معاویہ ہی کے زمانے (۴۴ھ) میں مہلب بن ابوصفرہ نے ارض ہند میں بہت دور تک آگے بڑھ کر جنگ کی اور وہ لاہور، بنوں اور کوہاٹ تک جا پہنچے۔ انھوں نے سندھ کے ایک شہر قندابیل میں بھی دشمن کو ہزیمت دی۔

مہلب بن ابو صفرہ کی جنگ و تازِ مجاہدانہ کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے کابل سے لے کر ملتان تک کا تمام درمیانی علاقہ روند ڈالا۔ یہ مدرک تھے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ صحابی جنھوں نے حضور کا زمانہ تو پایا مگر آپ سے لقا یا آپ کی رویت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔

۵۳ھ میں عباد بن زیاد بن ابو سفیان سجستان کے والی تھے۔ انھوں نے اپنے زمانہ ولایت میں قندھار اور کچھ کے علاقوں میں دور تک اندر گھس کر دشمن کو شکست دی۔

عہدِ معاویہ میں سرزمینِ ہند کو چار صحابۂ رسول کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکی: یہ مدرک تھے، انھوں نے بنوں، لاہور اور سندھ کے ایک شہر بدھ تک تگ و تاز کی۔

عبد اللہ بن سوار بن ہمام عبدی: یہ بھی مدرک تھے، بعض غزواتِ ہند میں شرکت کی اور مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

یاسر بن سوار عبدی: ان کا شمار مدرکین میں ہوتا ہے، یہاں کے ایک پہاڑی مقام قلات کی جنگ میں شامل ہوئے۔

سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی: صحابی تھے۔ ایک مرتبہ ہند کے مفتوحہ علاقوں کے والی مقرر ہوئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے یزید نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ ان کا عہدِ اقتدار ۶۰ھ سے لے کر ۶۴ھ تک یعنی تین سال کچھ مہینے ہے۔ اس زمانے میں بھی سرحداتِ سندھ و ہند پر مسلمانوں کی مساعیِ جہاد بہ دستور جاری رہیں۔ عہدِ یزید میں ایک صحابی ہندوستان آئے، جن کا نام منذر بن جارود عبدی ہے۔ یہ صحابی بوقان اور قلات وغیرہ علاقوں کی جنگوں میں شریک ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

کتابیات:

۱۔ تاریخ طبری - جلد ۲، ۳، ابن جریر طبری

۲۔ تاریخ الکامل - جلد ۳، ابن اثیر

۳۔ فتوح البلدان - بلاذری

۴۔ کتاب الخراج ۔ ابو یوسف

۵۔ جمہرۃ انساب العرب ۔ ابن حزم

۶۔ المعارف ۔ ابن قتیبہ

۷۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۔ حافظ ذہبی

۸۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ۔ ابن عبد البر

۹۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۔ ابن حجر عسقلانی

۱۰۔ عجائب الہند ۔ بزرگ بن شہریار

۱۱۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ۔ غلام علی آزاد بلگرامی

۱۲۔ رجال الہند و السند ۔ قاضی اطہر مبارک پوری

۱۳۔ العقد الثمین فی فتوح الهند و من ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین ۔ قاضی اطہر مبارک پوری

۱۴۔ چچ نامہ ۔ محمد بن علی

مقالات

مولانا شاہ محمد جعفری پھلواروی

یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین میں آپ کو کچھ ایسے نکات ملیں گے جو اس سے پہلے سامنے نہیں آئے۔ ضروری نہیں کہ مولف کے تمام افکار سے آپ کو اتفاق ہو، لیکن یہ بھی کوئی مستحسن بات نہیں کہ ہر فکرِ نو کو صرف اس لیے ناقابلِ اعتنا قرار دیا جائے کہ یہ بات پہلے نہیں سُنی تھی۔ فکر کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے اور قدرت کا منشا بھی یہی ہے کہ فکری ارتقا جاری رہے۔ جس طرح دین کے خلاف کوئی فکر ہمارے لیے جائز نہیں اسی طرح دین پر جمود کا قفل لگا دینا بھی درست نہیں۔ اس مجموعے میں آپ کو یہی خصوصیت نظر آئے گی۔ اصول میں استحکام فروع میں غور و تفکر کی لچک۔

صفحات ۵۰۰ قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور